اخلاقی تعلیم

ایک اُستانی اور دو لڑکیوں کی باہمی گفتگو

خذ باربعۃ طیراً فصرھن الی آخرہ

(آیہ قرآنی)

مولوی محبّ حسین صاحب خادم نسوان کا یہ دلچسپ مضمون درج کیا جاتا ہے جسمین گفتگو کے پیرایہ مین اخلاقی تعلیم کا سبق دیا گیا ہے تمہید مین پردہ کے خلاف عبارت دیکھکر ناظرین تعجب نفرمائین۔ مولانا اس جدید طبقہ کے سرگروہ مین اور وہ کسی موقع پر اپنا منافرت نہین پہونچ دیتی لیکن ہم گرش بگیر تا بہ تب اہی شود کے مقولہ کے مطابق اگر انکی تحریر و تقریر سے تعلیم و اخلاق نسوان ہی مین ترقی ہو اور مسلمان ادہر توجہ کرین تو ہم انکا مقصد پورا سمجھین گے۔ (ایڈیٹر)

زینب بیگم۔ اُستانی جی! مین آپکو مبارکی دیتی ہون کہ اس دفعہ میٹرک امتحان مین کامیاب ہوگئی۔ توبہ توبہ نگوڑا اور اس یونیورسٹی کا امتحان بھی کتنا مشکل ہے کہ بڑے بڑے مردون کے ناکامی سے دل ٹوٹ جاتے ہین عورتون کی تو کیا بساط۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ آپکی محنت ٹھکانے لگی۔

اُستانی۔ بیٹی! بڑی خوشی کی بات ہے کہ خدا نے تمہاری جانفشانی کو رائگان نہین کیا۔ اب میٹرک کے بعد تمہارا کیا ارادہ ہے

زینب بیگم۔ اب تو گھر مین بیٹھکر کچھ کتابین دیکھا کرونگی۔ اور اس سے زیادہ اس موے پردے مین کیا ہو سکتا ہے۔ ہماری ترقی مین یہی مُوا سدراہ ہے ورنہ ضرور میڈیکل کلاس مین شریک ہوکر علم طب سیکھتی اور اپنی ہموطن بہنون کو فائدہ پہونچاتی۔

فاطمہ بیگم آپا۔ میرا بھی یہ ارادہ تھا کہ مڈل کے بعد مصوری کے علم کو سیکھکر عورتونکو فائدہ پہونچاتی اور ان مٹتی ہوئی تصویرونکو زندہ رکھتی مگر کیا کیا جائے یہ منحوس پردہ ہمین ہر ایک مفید کام اور وطنی خدمت سے رُوکتا ہے۔

اُستانی۔ بیٹی صبر و شکر کرو اور خدا کی کوئی شکایت زبان پر نہ لاؤ۔ یہ حبس دوام ہمارے ہی اعمال کی سزا ہے۔ خدا جانے ہم گنہگارون کی کیا بات اُسکو بُری معلوم ہوئی جو آج پانسو برس سے ہمین گھرون مین قید کر کے رکھا ہے خیر اُسکی مرضی ع۔ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار مین آئے۔

زینب۔ اُستانی جی۔ خدا اور رسولؐ پر کوئی الزام نہین۔ یہ پردہ نہ تو قرآن اور نہ حدیث اور نہ آثار صحابہ کسی سے بھی ثابت نہین۔ یہ تو عیاشانہ مزاج بادشاہون اور امیرون کی ایجاد کردہ رسم ہے۔

اُستانی ۔ بیٹیو! پردہ کا ذکر چھوڑو۔ ابھی کوئی مرد سُن لیگا تو مفت مین مَین بدنام ہوجاؤنگی لوگ یہی کہین گے کہ مدرسہ کی تعلیم کا یہی نتیجہ ہے کہ عورتین پردہ کی مخالفت کرتی ہین؛ اور پھر یہ متعصب لوگ اس زنانہ مدرسہ ہی کی خرابی پر لوٹ پڑین گے۔ خدا ناظم تعلیم کا بھلا کرے کہ اُنھون نے مسلمان پردہ نشین عورتون کی تھوڑی بہت تعلیم کا ذریعہ پیدا کر دیا۔ اور ان نا سمجھ مردوُن کے شور و غل کے خوف سے اس مدرسہ کو ایک کونے مین گمنامی کی حالت مین چھوڑ دیا۔

فاطمہ ۔ اُستانی جی سچ فرماتی ہین ۔ باوجود اس گمنامی کے بھی تو بعض شریر اور جاہل مردوے اس مدرسہ کی بدنامی اور اتہام لگانے مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھتے۔ افسوس صد افسوس۔ اگر ہماری گورنمنٹ اپنے ملک کی سچی ہمدردی اور فلاح کے راز کو سمجھتی تو ضرور عورتون کی تعلیم مین جان توڑ کر کوشش کرتی۔ مگر پھر بھی از خرس موئے بس است۔ کے طور پر عورتون کو اتنی ہی تعلیم شکریہ کا مستحق بناتی ہے۔

اُستانی ۔ بیوی۔ ملکی اور پولیٹیکل بحث کو جانے دو سہ امور مملکت خویش خسروان دانند؛ گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش ؛ ہمین بہر حال اپنی سچی ہمدرد سرکار کا شکریہ تہ دل سے بجالانا چاہیے جسنے باوجود عوام الناس کی جہالت بتعصب اور مخالفت تعلیم نسوان کے اپنے ملک مین جا بجا اتنے مدرسے تو قایم کر دیے۔ عورتون کی تعلیم مین گورنمنٹ کا کوئی قصور نہین ۔ یہ سارا فساد ہمارے ہی قابل رحم مردوُن کا ہے جو عورتون کے جاہل رکھنے سے خود اپنے پاؤن پر کلہاڑی مارتے ہین۔ اور اپنے گھرون کو دوزخ کا نمونہ بناتے ہین ۔ خداوند تعالی جل شانہ نے اس دنیا ہی مین انکے ان مظالم کا عوض دیدیا ہے جو وہ عورتون پر ڈہاتے ہین۔

زینب ۔ کیا بدلہ دیا۔ نگوڑے اچھے خاصے مونچھون پر تاؤ دیتے پھرتے ہین۔

اُستانی ۔ بیٹی۔ تجھے معلوم نہین کہ انکے گھرون سے خدا نے ہوم پلیزیز (خانگی دلچسپی یا خوشی) دُور کر دی ہے۔

فاطمہ ۔ الہیٰ توبہ۔ الہیٰ توبہ۔ مین تو کانپ گئی خدا معاف کرے۔ ہمارے باپ بھائی بھی تو

اس بدعت میں شریک ہیں۔ اُستانی جی اس پردہ کے ذکر کو دُور کیجیے میرے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ خدا میرے گھر کے مردوں کو اس عذاب سے بچائے۔ اور سب مردوں پر رحم کرے۔ ہم عورتیں باوجود مظلوم ہونے کے انکی بُرائی نہیں چاہتے۔ کیونکہ وہ اور ہم دونوں ایک گوشت پوست ہیں۔ انکی خرابی سے ہماری خرابی ہے۔

زینب۔ اور یہ کیوں نہیں کہتیں کہ ہماری تباہی سے انکی تباہی بھی ہے۔ اگر وہ ہمیں اپنا جزو بدن سمجھتے تو کبھی اس قسم کا ظلم ہمارے اوپر روا نہ رکھتے۔

اُستانی۔ اب اس بحث سے فائدہ کیا۔ میں تو پہلے ہی کہہ چکی کہ اسمیں نہ مردوں کا قصور ہے اور نہ عورتوں کا۔ یہ تو مشیت ایزدی ہے۔ "یهدی من یشاء و یضل من یشاء بیدک الخیر" اللہ میاں جسکو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور جسکو چاہتے ہیں گمراہ کرتے ہیں۔ انکے کاموں میں کسیکو دم مارنے کی جگہ نہیں۔ آدمی پر جو مصیبت نازل ہو اسکو صبر و شکر سے برداشت کرے۔ اور جناب باری کا گلا زبان پر نہ لائے۔ کیونکہ مصیبت کے اندر راحت پوشیدہ رہتی ہے۔ ضرور اس حبس دوام کے بعد ہمیں کوئی بہت بڑی آزادی اور راحت ملنے والی ہے۔

فاطمہ۔ اس نگوڑے پردے کی بحث نے میرے جی کی بات ہی بھلا دی۔ میں آپ سے پوچھا چاہتی تھی کہ اب ہمکو اسکول کی تعلیم کے بعد کیا کرنا چاہیے۔ کیا اس سے زیادہ ہمیں کچھ اور علم کی بھی ضرورت ہے۔

اُستانی۔ بیٹی۔ ابھی تمنے سیکھا ہی کیا ہے۔ صرف اُردو۔ انگریزی۔ فارسی اور عربی زبانوں کے حاصل کر لینے سے علم کے خزانوں کی کنجیاں تو تمہیں ہاتھ آئیں مگر جواہر کے صندوقوں تک تمہارا ہاتھ نہیں پہونچا۔

زینب۔ کیا اُستانی جی ہمارے گہنے زیور سے بھی وہ باتیں قیمتی ہیں۔

اُستانی۔ بیٹی۔ ان علوم کے سامنے سونا چاندی اور لعل موتی پتھروں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔

فاطمہ۔ میری اچھی اُستانی جی تو پھر ہمیں کیوں نہیں بتاتیں۔ ہم تو اب انھیں باتوں کو

سیکھنا چاہتے ہیں۔ جنسے ہماری زندگی گھر دن کے کونے میں راحت و آرام سے گزرے۔

زینب ۔ بہن خدا خدا کرو۔ اُستانی جی دل لگی کرتی ہیں۔ کیا شکسپیر کے ڈراما اور رینالڈ کے ناولوں سے کوئی باتیں زیادہ دلچسپ ہونگی۔ مین تو اپنے بھائی جان سے یہ سُنتی ہوں جو یورپ سے تمام یوروپین علوم میں فاضل ہوکر آئے ہیں کہ آدمی کو اس دنیا میں فقط پلیزر حاصل کرنی چاہیے اور باقی سب قصے کہانیاں ہیں۔

اُستانی ۔ تمہارے بھائی سچ کہتے ہیں۔ ع ۔ چہ داند بوزنہ لذات ادرک: انکی تعلیم کا نتیجہ ہی یہ ہے کہ وہ بجائے انسان کامل کے حیوان مطلق ہوں۔ مین بھی ایک عرصہ دراز سے دیکھتی ہوں کہ ہمارے ملک کے اکثر نوجوان ایسے خاندانوں کے جنمیں پرہیز گاری اور خداشناسی صدہا برس سے چلی آتی تھی یورپ میں جاکر بیلوں سے زیادہ بدتر ہوکر آئے ہیں۔ انھیں شراب خواری۔ عیاشی۔ اور حظوظ نفسانی کے سوا اور کوئی روحانی خوشی کی بو باس بھی نہیں پہونچتی۔ اس سے تو ہماری پُرانی طرز تعلیم ہی اچھی تھی کہ آدمی متقی اور پرہیزگار اور خداشناس ہو جاتا تھا۔

فاطمہ ۔ اُستانی جی آپنے تو بہت کم دبی زبان سے بیان فرمایا۔ میرے ایک بھائی ولایت سے تعلیم پاکر تشریف لائے ہیں۔ مین کیا کہوں کہ انکے اطوار دیکھکر مجھے انگریزی تعلیم ہی سے کلی نفرت ہوگئی ہے۔ اُنھوں نے بیوی کو چھوڑا۔ بیٹے کو چھوڑا۔ اپنے پرائے سے ملاقات چھوڑی۔ کالے آدمی سے ملنا پسند نہیں۔ سُنتی ہوں کہ ایک ذلیل قوم کی انگریزن سے شادی کی ہے۔ عقائد کا یہ حال کہ خدا اور رسولؐ کو نہ مانیں۔ حشر و نشر کے قائل نہیں۔ روح کے وجود کو جسم کا نتیجہ کہتے ہیں۔ غرض ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں جنکا نہ کوئی سر ہے نہ پاؤں۔ مین نے تو انکے چال چلن دیکھکر یہ بات سوچی ہے کہ اگر انکے خیالات سچے ہوتے تو انکے اطوار بھی فرشتوں کے سے ہوتے۔ مگر نہیں انکے طور و طریق سب سے حیوانی خوشی اور نفسانی لذات کے سوا اور کچھ پایا نہیں جاتا اسلیے ضرور وہ گمراہ ہیں۔ اگر یورپ کی تعلیم کا نتیجہ یہی بدخلقی ہے تو اس سے دعا ہے۔ پھٹ پڑے وہ سونا جس سے چھیدیں کان۔

اُستانی۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ دنیا ایک مدرسہ ہے جہان آدمی نیک اعمال اور خداشناسی کیلیے بھیجا جاتا ہے۔ اگر اُسنے معرفت خدا حاصل کرلی تو اسکو تمام تغیرات سے نجات ملی ورنہ وہ خسرالدنیا والآخرت ہوا۔ دنیوی علوم وفنون کو پڑھ لینے اور بڑی بڑی ڈگریان حاصل کرنے سے خداشناسی اور معرفت حق جل وعلا نصیب نہین ہوتی اسکے لیے توپیغمبرون کی تعلیم مین امتحان دیناضرور ہے۔

زینب۔ کیا پیغمبرون کی تعلیم کابھی کوئی کورس مقرر ہے۔

اُستانی۔ ہان ضرور ہے۔

زینب۔ وہ کون۔

اُستانی۔ یہی قرآن شریف جو خدا کی کتاب ہے۔

زینب۔ (قہقہا لگاکر) واہ واہ وا۔ قرآن کو تو ہماری نانی۔ دادی تمام گھر کی بوڑہی عورتین اور ہمارے دادامیان اور اباجان روز پڑھا کرتے ہین۔ مگر ہم نے کوئی بات ان مین نہین پائی۔ گھر کے عیب کھولنا تو اچھے نہین۔ مگر مین نے تو حافظون اور مولویون کو رشوت اور شرتے چھپ کے شرابین پیتے اور حرام چیز کھاتے اور دوسرون کے حقوق پر دست درازیان کرتے دیکھا ہے۔ مجھے تو وہ آج کل کے مہذب لوگون سے بہتر معلوم نہین ہوتے۔ ہان فرق اتنا ہے کہ ہمارے مہذب نوجوان تو آزادی کے ساتھ علانیہ شرابین پیتے اور لہو ولعب مین مصروف رہتے ہین اور یہ سات پردون کے اندر انہین اعمال کے مرتکب ہوتے ہین۔

اُستانی۔ سچ ہے بیٹی سچ ہے۔ قرآن کے خالی پڑھ لینے سے کچھ نہین ہوتا ایسے تو طوطے مینا بھی پڑھا کرتے ہین۔ مگر جو لوگ قرآن مجید کو سمجھکر پڑھتے اور اسپر عمل کرتے ہین وہ ضرور فرشتہ صفت ہوجاتے ہین۔ تم ذرا تذکرہ اولیا ہی کو غور سے پڑھو اور دیکھو کہ جن بزرگوارون کا اسمین ذکر ہے آیا وہ فرشتون کے مرتبہ سے بھی گزر گئے ہین۔ اور خداوند تعالی کے قریب تک پہونچ گئے ہین یا نہین۔

فاطمہ۔ میری پیاری اُستانی جی۔ سچ کہو۔ کیا خدا تک بھی ہم پہونچ سکتے ہین۔ اگر ایسا ہے

تو پھر اس سے کیا بہتر ہے وہ تو تمام شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے اسکی نزدیکی میں جو فائدے ہیں وہ دونوں عالم کے ملنے سے بھی حاصل نہیں ہو سکتے۔

اُستانی۔ اگر کوئی خدا کی طرف توجہ کرے تو ضرور اُس تک پہونچتا ہے۔ مگر خواہشات نفسانی کی بندشیں ایسی سخت ہیں کہ وہ انسان کو اس راہ پر آنے نہیں دیتی اور ساتھ ہی اسکے اسکا شیطان نفس جسکے پنجے میں وہ یوم پیدائش سے گھرا ہوتا ہے۔ اس راہ کا بہت بڑا رہزن ہے۔ جب ان دشمنوں پر فتح یابی حاصل ہو تو کہیں خدا کی بارگاہ تک رسائی ہو۔ اور دنیا کی جکڑ بند سے چھوٹنا بغیر فضل خدا ہو نہیں سکتا۔

زینب۔ آپ نے تو آج ایک ایسی نئی اور نادر بات سُنائی۔ جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں گزری تھی۔ ہم عورتیں تو پڑھ لکھکر دنیا کما نہیں سکتے۔ وہ مردوں ہی کیلیے چھوڑ دینا چاہیے۔ اگر واقعی خدا ملتا ہے تو اسکے ملنے کا کوئی راستہ آپ کو معلوم ہوگا۔ تو پھر آپ ہم لوگوں کو کیوں اس نعمت عظمیٰ سے محروم رکھتی ہیں۔ خدا کیلیے کوئی طریقہ تو بتائیے۔ میں تو اس انگریزی دنگریزی پر خاک ڈالکے ہمہ تن خدا ہی کیجانب متوجہ ہوجاؤنگی۔

فاطمہ۔ آپا۔ میں بھی آپ کا ساتھ دونگی۔ جب ہمکو یہ معلوم ہے کہ ہم دنیا میں تھوڑے روز رہینگے اور آخر مرکر اُسکی طرف جائینگے تو پھر ہم کیوں اپنا قیمتی وقت ان چیزوں کے حاصل کرنے میں رائگاں کریں جو موت کے بعد ہمیں کوئی نفع نہ دینگی۔ ہمیں اپنی اس بے بہا زندگی میں وہ کام کرنا چاہیے جس سے مرنے کے بعد ہمیں حیات اور راحت ابدی نصیب ہو۔

اُستانی۔ لڑکیو! اگر خدا کا ملنا محال ہوتا تو یہ ہزاروں پیغمبر۔ انبیا اور اولیا اللہ جو جھوٹ بولنے اور دھوکا دینے کو سب سے بڑا اخلاقی جرم سمجھتے ہیں کیوں اسکے ملنے کی اُمیدیں دلاتے اور اسکے راستے بتاتے۔ محال بات کی کوئی بھی پیروی کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا بھی ڈھونڈنے سے ملتا ہے مگر کوشش و محنت شرط ہے۔

زینب۔ بغیر سخت محنت کے تو یہ نگوڑی انگریزی بھی نہیں آئی۔ خدا جانتا ہے کہ برسوں اسکے لیے راتوں کی نیند حرام کی۔ ہمجولیوں سے ملنا جلنا چھوڑا۔ دن دن بھر مدرسے میں پڑھتی رہی۔ جب بھی مدراس کے میٹرک میں تین سال تک کامیاب ہونے کی صورت نہیں دیکھی۔ جب ایک

عزیز زبان کے حاصل کرنے میں یہ یہ دقتیں اٹھانی پڑتی ہیں تو خدا جیسے نعمت عظمیٰ کیلیے جو تمام کائنات سے افضل ہے محنت اٹھانے میں کیا ڈر ہوگی آپ راستہ تو بتائیں۔

فاطمہ۔ بہن! میٹرک کا امتحان دینا تو آسان کام تھا مگر خدا کا راستہ کٹھن ہے۔ اندھیری کوٹھری میں ہاتھ ڈالنا خوف سے خالی نہیں ہے۔

اُستانی۔ سچ ہے لڑکی سچ ہے۔ دیکھو خدا کا خیال آتے ہی شیطان نے کیسا وسوسہ ڈالدیا کہ خدا کا راستہ بہت مشکل ہے۔ اب میں تمسے کہتی ہوں کہ خدا کا راستہ دنیا کی تمام نعمتوں کے ملنے کے راستوں سے سہل ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ دنیا کے کاموں میں جو محنت کیجاتی ہے وہ دل پر بوجھ ہوتی ہے اور آدمی اُکتا جاتا ہے مگر خدا کی عبادت اور پرستش گو بظاہر دشوار اور خشک معلوم ہوتی ہے مگر جب آدمی اسکو کرنے لگتا ہے تو وہ دل کو ایک ایسا سرور۔ ٹھنڈک اور فرحت بخشتی ہے جو دنیا کے کسی اشغال سے نصیب نہیں ہوسکتی۔ اگر ایسا نہوتا تو اولیا اللہ۔ بزرگانِ دین اور جوگی۔ رشی وغیرہ فقیر کیوں دنیا کی لذتوں اور خوشیوں کو لات مار کر خلوتوں۔ جنگلوں میں سوسائٹی سے بھاگ کر بیٹھتے۔ انسان کبھی اپنے آپ سے کسی عیش و آرام کو چھوڑ کر مصیبت میں گرفتار نہیں ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پرہیزگاری ترکِ لذاتِ دنیاوی اور یادِ الٰہی میں کوئی تو ایسی خوشی ہے۔ جو دنیا کی نعمتوں میں موجود نہیں۔ ورنہ یہ دانا اور حکیم لوگ دیوانہ نہ تھے جو دنیا کو چھوڑ کر بیٹھنے کو اختیار کرتے اور ایک موہوم اور خیالی چیز کے لیے نقد لذاتِ دنیا کو چھوڑ دیتے۔

زینب۔ اُستانی جی۔ آپکے اس بیان سے مجھے اطمینان حاصل ہوا کہ خدا کا راستہ بہت ہی پرلطف ہے صرف لوگوں نے اسکو خواہ مخواہ ڈراونی شکل میں ظاہر کر رکھا ہے۔ اب میں آپ سے پوچھتی ہوں کہ سب سے پہلے اس راہ میں قدم رکھنے کے لیے کن کن باتوں کی ضرورت ہے۔ مہربانی فرما کر ان باتوں کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمائیے۔

اُستانی۔ سب سے پہلے اس راہ میں قدم رکھنے والے کو جسے سالکِ طریقِ آخرت کہتے ہیں ضرور ہے کہ وہ چار چیزوں سے حتے المقدور بچے۔

فاطمہ۔ وہ کون سی چیزیں ہیں؟—

اُستانی - وہ چار پرندے ہین۔ جنکا گھونسلا تمام انسانون کے دلون مین ہے۔ اگر کوئی شخص خدا کے لیے ان چار پرندون کو ذبح کر دے تو البتہ اسکے لیے سیدھا راستہ نمودار ہوجائیگا

زینب - مین آج ہی ان موے پرندون کو بازار سے منگوا کر ذبح کیے ڈالتی ہون۔ آپ صرف مجھے اُنکے نام بتا دین -

اُستانی - وہ پرندے یہ ہین۔ کوا۔ بطخ۔ مور اور چڑیا۔

فاطمہ - واہ اُستانی جی واہ۔ خدا آپ کو ہمیشہ ہمارے سر پر سلامت رکھے۔ خدا کے ملنے کا کیا سہج راستہ بتایا ہے۔ بہن یہ کتنی ذرا سی بات ہے۔ دو ایک روپے نخاس مین بھیجکر ان جانورون کو منگائیے لیتی ہون اور انھین خدا پر صدقہ کیے دیتی ہون ہمیشہ کی نمازون اور مہینے بھر کے روزون سے تو یہ طریقہ کہین آسان ہے۔

اُستانی - بیٹی - یہ وہی پرندے ہین جنکی نسبت قرآن شریف مین یہ آیت موجود ہے۔ خذ اربعۃ طیراً فصرھن الی آخرہ۔ یعنی جب حضرت ابراہیم پیغمبر نے خدا سے مُردون کو پھر زندہ کرنے کی نسبت مشاہدہ طلب کیا تو خدا نے فرمایا کہ چار پرند۔ بطخ۔ چڑیا۔ کوا۔ اور مور کو لو اور انہین ٹکڑے ٹکڑے کر کے پہاڑ پر پھینک دو۔ پھر انھین آواز دو تو وہ زندہ ہوکر آجائینگے۔ اگرچہ اس آیت کے ظاہری معنی یہی ہین کہ حضرت ابراہیم پیغمبر نے ان پرندون کو خدا کے حکم کے بموجب ذبح کیا اور پھر وہ انکی آواز پر زندہ ہوگئے۔ مگر باطنی معنی کچھ اور ہین جس سے ہمارا مقصود وابستہ ہے۔

زینب - اور کیا باطنی معنی ہونگے۔ اگر ہم ظاہری معنی ہی پر عمل کرین تو کیا اچھا نہین۔

اُستانی - نہین بیٹی - یہ صرف تمہارے سمجھانے کیلیے پرندون کا نام لیا گیا ہے۔ انہین کے مشابہ تمہارے دل مین چار بُری خصلتین ہین جنکا ذبح کرنا یا چھوڑنا مقصود ہے۔

فاطمہ - اُستانی جی وہ چار کونسی بدخصلتین ہین جنہین ہمکو خدا کی راہ مین پرندون کیطرح قربان کرنا چاہیے۔

اُستانی - بیٹی - یہ چار بُری خصلتین ہین جنکی وجہ سے تمام انسان طرح طرح کی تکلیفین اور رنج اٹھاتے ہین۔ مگر پھر بھی کبھی انکے چھوڑنے کا خیال نہین کرتے مگر جنہون نے کڑا دل کر کے

انہین قتل کیا انھین اس دنیا کے رنجون اور انقلابون سے نجات ہو گئی۔ پہلے تو ذرا طبیعت پر زور پڑتا ہے مگر پھر رفتہ رفتہ ان بُری خصلتون کے ترک ہی مین آرام پایا جاتا ہے

زینب۔ آپ ان چارون پرندون کو نام بنام بیان فرمایئے۔ مین آج ہی سے انکی قربانی کی فکر کرتی ہون۔ ہمت مردان مدد خدا۔ جب ہم اسکے راستہ مین قدم دھرتے ہین۔ تو جان تک قربان کرنے مین کبھی دریغ نہو گا۔

اُستانی۔ شاباش بیٹی شاباش۔ تو ضرور منزل مقصود تک پہونچے گی۔ لے اب سُن۔ پہلا جانور بطخ یعنی حرص ہے۔ دوسرا چڑیا یا شہوت۔ تیسرا طاؤس یعنی جاہ اور چوتھا کوا یعنی آرزو اور امید ہے۔ اگر کوئی آدمی ان چارون خصلتون کو ترک کرنا شروع کردے تو مجھے تو کامل یقین ہے کہ خدا تک اسکی رسائی ہو جاوے گی۔ کیونکہ حکیم سنائی نے لکھا ہے کہ ایک پاؤن نفس پر رکھ اور دوسرا خدا کی درگاہ مین۔ انکے بغیر تو کسی عبادت سے زیادہ فائدہ نہین ہو سکتا۔

فاطمہ۔ اب اُستانی نمبروار ہر ایک کا حال بیان فرمایئے۔ پہلے حرص کو بیان کیجیے کہ اسکے معنی کیا ہین۔

اُستانی۔ قرآن شریف مین حرص کو بطخ سے تشبیہ دیگئی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ بطخ کیچڑ موری۔ اور ہر ایک بُری بھلی جگہ مین چونچ ڈالتی پھرتی ہے اور جو کچھ ملتا ہے اُسکو پیٹ مین دہرتی چلی جاتی ہے۔ حریص آدمی کا بھی یہی خاصہ ہے کہ وہ بُرے بھلے کو نہین دیکھتا۔ حلال و حرام سب کو پیٹ مین بھرتا چلا جاتا ہے۔ رشوت۔ سود۔ ظلم۔ تعدی۔ حقوق تلفی۔ جسطرح سے ممکن ہوتا ہے روپیہ سمیٹتا جاتا ہے۔ حالانکہ اسکو اسقدر روپیہ کی ضرورت نہین ہوتی پھر بھی گھر مین دولت کے بھرنے اور لوگون کے مکانون کو تباہ کرنے مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھتا۔

زینب۔ سچ ہے اُستانی جی۔ آجکل مین دیکھتی ہون کہ لوگ اس حرص کی بلا مین گرفتار ہین۔ ماہوار بیش قرار۔ بیچے بچے کے منصب اور وظیفے۔ پھر بھی وہ رشوت۔ غبن اور خورد بُرد سے ذرا بھی نہین جھجکتے اور اپنے بیگانون تک کے مال پر بھی ہاتھ صاف کر دیتے

فاطمہ۔ آپا۔ نگوڑی حرص کا بھی کچھ ٹھکانا ہے۔ عورتوں کے بدن پر ہیرے موتی لدے ہین کوٹھوں مین روپیہ اشرفی بھرے پڑے ہین اسپر بھی یہ حرص ہے کہ سرکار کو موقع پا کر لوٹین، اور رشوت کی ایک کوڑی بھی نہ چھوڑین۔

اُستانی۔ ہان یہی حال ہے۔ اس حرص کی بدولت گداگر سے لیکر بادشاہ تک روحانی تکلیف مین مبتلا ہے۔

زینب۔ تکلیف تو مجھے کچھ دکھائی نہین دیتی۔ ہان عمدہ مکانون مین رہتے۔ گھوڑون اور موٹورکارون پر چڑھتے اور اچھے کھانے کھاتے اور پوشاکین پہنتے ہین۔

اُستانی۔ یہ سب ظاہری ٹیم ٹام ہے اسپر نہ جانا۔ انکے دلون مین سانپ اور بچھو بھرے ہوے ہین۔ انھین دن رات اذیت دیتے ہین۔ سکون قلب۔ سچی خوشی اور فرحت انھین خواب مین بھی میسر نہین۔

فاطمہ۔ مین تو اب ضرورت سے زیادہ اباجان سے کپڑا نہ طلب کرونگی۔ جو کچھ وہ دینگے پہن لیا کرونگی۔

اُستانی۔ ضرورت اور احتیاج کے معنی سمجھنے مین تمہین شاید غلطی ہوگی۔ اس لیے مین کہتی ہون کہ کھانا اسیقدر ضروری ہے جس سے ہماری زندگی صحت کے ساتھ قایم رہے اسکے سوا تمام مزہ دار چیزین ضرورت مین داخل نہین۔ وہ تو حظوظ نفسانی ہین جنھین ترک کرنا چاہیے۔ اور کپڑے کا حال بھی یہی ہے کہ لباس ساتر پہننے کے سوا اور سب حرص مین داخل ہے۔

زینب۔ تو کیا استانی جی آجکل کی عورتین حریص ہین جو دن رات مردون سے فیشن ایبل پوشاکون اور میزون پر چھری کانٹے سے مزہ دار انگریزی کھانون کی فرمایشین کیا کرتی ہین۔

اُستانی۔ یہ سب حریص۔ عیش پسند عورتین ہین جنکے دل تو مردے اور جسم موٹے ہین جنھین وہ زمین کے کیڑون کے لیئے تیار کر رہی ہین۔ خدا کے سامنے اعمال اور عبادت کی پرسش ہوگی نہ کہ انکے ریشمی گوٹے پٹھے کے کپڑون اور گہنا زیور کی۔

تم دیکھتی نہیں ہو کہ یہ عورتیں اپنی حرصوں کیوجہ سے جیتے جی ہی دوزخ کے عذاب مین مبتلا ہین۔ جسقدر انکی نفسانی خواہشین پوری ہوتی ہین اسیقدر انکی حرص اور بڑہتی ہے۔ دنیا مین دوزخ یا جہنم اس حرص کا نام ہے۔ جسنے اس حرص کو ترک کیا اسکو دوزخ سے نجات حاصل ہوی۔

فاطمہ- آپنے حریص عورتون اور مردون کا تو حال بیان کیا۔ اب ذرا مومن مردون اور عورتون کی تشریح بھی فرما دیجیے جنہون نے حرص کو ترک کر دیا ہے۔ انھین اسکے چھوڑنے سے کیا کیا فائدے حاصل ہوتے ہین۔

اُستانی- حریص ہمیشہ پریشان حال مضطرب اور بیقرار رہتا ہے۔ مگر برخلاف اسکے مومن جسکو خدا پر بھروسہ ہوتا ہے۔ ہمیشہ مطمئن۔ ثابت قدم۔ اور آسودہ حال ہوتا ہے۔ حریص کو تو یہ خوف ہوتا ہے کہ کہین دوسرا آکر مجھے فائدہ اُٹھانے سے رُوک دے۔ مگر مومن جانتا ہے کہ جسقدر حظ اور لذتین میری قسمت مین لکھی جا چکی ہین۔ وہ مجھے ضرور ملین گی انہین کوئی مجھ سے چھین نہین سکتا۔ حریص کو ہر چیز جسکے حصول مین وہ سخت محنت اُٹھاتا ہے آخر کو رنج اور تکلیف کا باعث ہو جاتی ہے۔ اور مومن کو جو قسمت پر صابر اور شاکر رہتا ہے بدقسمتی اور مصیبت بھی فائدہ اور خوشی دیجاتی ہے۔ حریص کو شیطان ہر وقت مفلسی مین یہ ترغیب دیتا ہے کہ تو دولت جمع کر ورنہ اور بھی محتاج ہو جاے گا۔ اور تمول مین یہ خوف دلاتا ہے کہ اگر روپیہ کو خرچ کریگا۔ تو غریب اور تنگ دست ہو جاے گا۔ الغرض حریص تو اپنے جسم کو مال اور دولت سے موٹا کرتا ہے اور روح کو ضعیف اور کمزور بناتا ہے۔ اور مومن دل کو قوی اور دین کو مستحکم کرتا ہے اگرچہ اسکا بدن لاغر اور کم طاقت ہوتا ہے۔

خادم نسوان

محبّ حسین

ہر یکے را بہر کارے ساختند

نہ معلوم پُرانے مقولوں مین کونسی وسعت اور کیسی صداقت پنہان ہے کہ باوجود صدیان گذرنے کے اُنکے مفہوم اور مقصود مین استحکام پیدا ہوتا جاتا ہے اور اُنکے معنی خیز اور دیرپا نتائج مترتب ہوتے چلے جاتے ہین جو امتداد زمانہ کو نظرانداز کرکے حالات زندگی کے مطابق اور اس طرح چسپان ہوتے ہین کہ گویا زمانہ موجودہ کیلئے وضع کیے گئے تھے۔ والیٹر کا یہ مقولہ بہت درست ہے کہ تمام معلوم اقوام پر (سوائے وحشی اقوام کے) کتابون کی حکمرانی ہے۔ کتب ہی کا سبب ہے کہ قدما کے خیالات جو پختہ دماغون کی بہترین تحقیقات کا نتیجہ ہین دست بُرد زمانہ سے محفوظ رہکر ہم تک پہونچے ہین اس سے کسکو انکار ہو سکتا ہے کہ اضافۂ معلومات کیلئے کتب کا بار احسان منت پذیری سے بالا اور گران تر ہے۔ سے

شناوران محبت تو سیکڑون ہین مگر جو ڈوب جائے وہ بچا ہے آشنائی کا

فطرت کے خلاف ورزی کا نتیجہ تباہی اور بربادی ہے۔ موجودات عالم مین ہر ایک چیز کسی خاص ضرورت اور واقعی وجہ سے خلق کی گئی ہے مگر انکا طریق استعمال وحصول منفعت جداگانہ اور مختلف ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ایک چیز بہت سے کامون مین کارآمد ہو اور اسکی ترکیبی صورت سے فرق بھی نمایان ہو مگر یہ خارج از امکان ہے کہ اس چیز کا مادہ بدل جائے۔ ایک اسٹیم ہی کی کیفیت کو ملاحظہ کیجیے کہ کسقدر ضرورتون مین اجراے کار کا ذریعہ ہے۔ یہی اسٹیم انجن بوجھ کھینچتا ہے یہی اسٹیم انجن چھاپتا ہے۔ یہی اسٹیم انجن صاف کرتا ہے۔ غرض اسقدر کام کر سکتا ہے جو اسکی نوع سے خارج نہون اس سے یہ نہین سمجھنا چاہیے کہ مرقومہ بالا مصرع غیر معنی اور حقیقی توصیف سے جو صریحًا اور ضمنًا ظاہر ہے مبرا ہے۔ یہ لازم ہے کہ ہر ایک کام کا انجن علیحدہ ہو مگر اوسکی قوت یعنی اسٹیم ایک ہی ہوگی اور ہر یکے کی تعریف کا موضوع اسٹیم کو قرار دیکر دیکھا جائے تو ثابت ہوگا کہ گو اسٹیم کے انجنون کی نوعیت وطرز کارروائی مختلف ہے مگر جس پرزہ یا کل پر اسکا اثر ہوتا ہے وہ متاثر ہو کر اسٹیم کی مرضی کیطرف متحرک ہو جاتا ہے۔ اگر اسٹیم کی مرضی نقل وحرکت